بسم اللہ الرحمن الرحیم

رجوع الی اللہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان
صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان

دور حاضر کی نت نئی ایجادات واختراعات نے معاشرے کے آسودہ حال افراد کی زندگی ایسی حیران کن سہولتوں اور آسائشوں سے لبریز کردی ہے، جن کا تصور گزرے ادوار کے عیش پرست امراء وسلاطینِ وقت کے حاشیہ خیال میں بھی نہیں آسکتا تھا۔ آج کے آدمی کی زندگی ایسے بیسیوں ساز وسامان تعیش سے لبریز ہے جو سائنس اور ٹیکنالوجی کی منہ زور ترقی کے نتیجہ میں ایجاد ہوئے۔ زندگی کی رگوں میں موجود خون میں پہلے سے زیادہ تیزی اور گرم جوشی در آئی ہے۔ حضرتِ انسان کی جگہ مشین نے لے لی، جو کام پہلے سالوں، مہینوں اور دنوں پر محیط تھا، وہ آج چند لمحوں اور منٹوں میں انجام پاتا ہے۔ دنیا سمٹ کر ایک گاؤں، ایک بستی اور ایک قریہ کی صورت اختیار کر چکی ہے۔

خیرہ کن ایجادات واختراعات نے زمانہ کی اقدار یکسر بدل کر رکھ دیں۔ تہذیب وتمدن اور ثقافت وکلچر نے ایک طویل جست لگا کر صدیوں کا سفر، چند عشروں میں طے کیا۔ ان ترقی پذیر انقلابات وتغیرات نے لازمی طور پر انسانی ذہن پر بھی گہرے اثرات مرتب کیے۔ اور اسے ترقی کی دوڑ میں شامل ہونے اور تہذیب وتمدن کے نئے سانچے میں خود کو ڈھالنے، راحت وسہولت کے حصول کے لیے، ہر طرح کے اسبابِ تعیش سے لطف اندوز ہونے پر مجبور کر دیا۔ نتیجتاً آج کے انسان کی زندگی کی دہلیز پر طرح طرح کی آسائش کے سامان اور سہولیات پہنچ چکی ہیں، جس المیہ کا ذکر ہم کرنا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ اس حیرت انگیز ترقی کے باوجود آج کا انسان سکون وراحت کے بے محابا اسباب اور بے کراں وسائل کے ہجوم میں بھی راحت وسکون، ذہنی آسودگی اور فارغ البالی سے محروم، مصیبتوں اور پریشانیوں میں گھرا ہوا ہے، ایسا کیوں ہے؟

اللہ تعالیٰ نے ایمان کی جو دولت اور اسلام کی جو نعمت انسان کو عطاء کی ہے اس کا کوئی نعم البدل نہیں۔ انسان پر اس کے بے شمار انعامات ہیں۔ جنھیں بلاشبہ ہم اپنے حیطہ حساب میں لانے کی قدرت نہیں رکھتے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے ''اگر تم اللہ کی نعمتوں کا حساب لگانے بیٹھو تو (اپنے ارادہ کی تکمیل سے عاجز آکر) ان کا حساب کتاب نہیں

کرسکو گے'' ......ان بے حساب انعامات میں ''اسلام'' سب سے بڑی نعمت اور سب سے عظیم دولت ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اپنے خالق و رازق کی ذات کے تعارف کا ایک ناگزیر وسیلہ ہے۔ اس کے بغیر اللہ تعالیٰ کی معرفت کا حصول ناممکن ہے۔ اس نعمت کے قبول کر لینے سے انکار و اعراض کے نتیجہ میں جو لوگ اللہ تعالیٰ کی معرفت سے محروم ہیں، ان کی بدقسمتی کی کوئی حد نہیں۔ المیہ یہ ہے کہ یہ بدنصیبی اور بدقسمتی ہم مسلمانوں کے حصہ میں بھی آئی۔ نام کے مومن اور مسلمان ہیں، لیکن معرفتِ خداوندی کے ذرائع و اسباب سے روگردانی کر کے، اپنے دل کو اس کی یاد سے معمور کرنے کی بجائے، اسے دنیاوی اُمنگوں اور آرزوں کا مدفن بنا کر اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کی معرفت کو یکسر فراموش کر گئے ہیں۔ پریشانیوں، مصیبتوں اور آزمائشوں کے صبر آزما موسموں سے نجات پانے کے لیے غیر مسلموں کی روش اختیار کرتے ہوئے، اب مسلمان بھی مادّی اسباب و وسائل کے اندر نجات کی راہیں تلاش کر رہے ہیں۔

اقتدار کی سطح پر جو لوگ اس نوعیت کی صورت حال سے دوچار ہیں، ان کی روش اس سے زیادہ المناک ہے۔ اپنے سے زیادہ مستحکم اور طاقتور عناصر کے سامنے دامن پھیلانے، دستِ سوال دراز کرنے، اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی تعلیمات کی بجائے امورِ سلطنت کو باہر سے درآمدہ احکامات کی زنجیروں میں جکڑنے کے طرزِ عمل پر جتنا افسوس کیا جائے کم ہے۔ لیکن طاقتور ترین مادّی اسباب پر اعتماد کرنے کے باوجود اجتماعی اور انفرادی سطح پر مصائب کے گرز اور آلام کے کوڑے بدستور برس رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دوری اور دین سے مہجوری، مصائب و آلام میں مزید اضافہ کا سبب بنتی ہے۔ ہمارے دین و مذہب میں اس بحران سے نکلنے کا صرف ایک ہی علاج ہے۔ اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے دست کش ہو جائیں، اس کے ساتھ تعلق جوڑ کر اسلام کی رسّی کو مضبوطی سے تھام لیں۔ جب اللہ کی یاد سے غفلت، اور گناہ بکثرت ہوں تو اس کا وبال مصیبتوں اور پریشانیوں کی صورت میں آپڑتا ہے۔ دل بے چین رہتا ہے، کسی بنا چین نہیں آتا، قرار حاصل نہیں ہوتا، ایک بے کلی کی سی کیفیت طاری رہتی ہے۔ جسے نہ دواوں سے رفع کیا جا سکتا، نہ دنیاوی جاہ و جلال سے، نہ دولت کے انبار اور سہولتوں و آسائشوں کے ہجوم کار سے۔ بس اللہ کی طرف رجوع و انابت اختیار کی جائے کہ ہر درد کا درماں اسی میں ہے اور ہر مرض کا علاج اسی کی بارگاہ میں۔ وہ خود کہتا ہے ''اگر تم ایک بالشت میرے قریب آؤ تو میں ایک ہاتھ آگے بڑھوں''۔ وہ خود کہتا ہے تم مجھ سے مانگو تو تمہاری مرادیں پوری کردوں۔ لیکن آج پوری اُمتِ مسلمہ پر غفلت کی مہیب چادر پھیلی ہوئی ہے، جس کے نام لیواوں کو اس بے ثبات دنیا

کی ہنگامہ خیزیوں کی وجہ سے دین کی لازوال تعلیمات پڑھنے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع اختیار کرنے کے لیے فرصت نہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہمارا حال اُممِ سابقہ کی طرح ہوتا جارہا ہے جو دنیا کی لذت کیشی اور لطف اندوزی میں بدمست ہوکر خدا کو بھول گئیں تو ان سے زمین کی سیادت سلب کرلی گئی، انہیں خطرات نے آگھیرا، مصیبتیں اور پریشانیاں اپنی تمام تر حشر سامانیوں کے ساتھ ان پر برس پڑیں۔ یوں انہیں اپنے کیے دھرے کا مزہ دنیا ہی میں چکھنا پڑا۔ اُمتِ مسلمہ کی موجودہ صورت حال کا سابقہ اُمم سے موازنہ کیا جائے تو دونوں کے درمیان ان کے اعمالِ بد کے نتیجہ میں دی گئیں سزاؤں، بربادیوں اور تباہ حالیوں کے لحاظ سے کئی مماثلتیں سامنے آتی ہیں۔ آج کے مسلمان انفرادی اور اجتماعی سطح پر اندر سے ٹوٹ پھوٹ، اختلاف وانتشار اور تشتت وافتراق کا شکار ہے۔

اگرچہ زندگی کے معمولات کو اسلامی تعلیمات کے سانچے میں ڈھالنے کے لیے آج مختلف زاویوں اور مختلف پہلوؤں سے تدابیر اختیار کی جارہی ہیں۔ مسلمانوں کو دین سے قریب لانے کے لیے علماء ربانیین نے دنیا بھر میں مدارس وجامعات اور دینی قلعوں کا نیٹ ورک قائم کیا ہے۔ تبلیغ کی محنت اور جدوجہد بھی قابلِ قدر ہے۔ اہلِ ثروت میں سے بیشتر مخیرّین اسلام اللہ کی راہ میں اپنا سرمایہ صرف کررہے ہیں۔ اس کے باوجود نتائج سودمند نہیں۔ مختلف حوالوں سے جاری جدوجہد کے جن ثمرات کے برآمد ہونے کی توقع اور اُمید تھی، مسلمانوں کے کردار اور قول وعمل کے مظاہر میں ان کا پرتو نظر نہیں آتا۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ انابت الی اللہ اور تعلق مع اللہ میں غیر معمولی کمی ہے۔ نتیجتاً اپنی حاجت براری کے لیے بارگاہِ ایزدی میں دستِ سوال دراز کرنے اور اپنی کوتاہیوں پر استغفار اور توبہ کرنے کے نیک عمل کے لیے دل آمادگی ظاہر نہیں کرتا۔ اس لیے کہ اس پر غفلت وشقاوت کی دبیز تہیں جم چکی ہیں۔

ہم مسلمانوں کی رہبری کے لیے انبیاء علیہم السلام کا اسوہ ہی کامیابی کا ضامن ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عملِ مبارک اپنی نگاہوں کے سامنے رکھیں۔ اگلی پچھلی کوتاہیوں کی معافی کی نوید سنائے جانے کے باوجود آپ کی شب زندہ داری اور آہِ سحرگاہی میں کمی نہیں آئی۔ پوری رات عبادت میں مشغول رہتے۔ روایت میں آتا ہے کہ نماز اس قدر طویل فرماتے کہ پاؤں میں ورم آجاتا۔ آپ کو جو کامیابیاں اور کامرانیاں عطا کی گئیں اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ آپ ہر مشکل کے وقت اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ فرماتے اور اس قدر گڑگڑا کر روتے کہ صحابہ کو ترس آنے لگتا۔ غزوۂ بدر کے اعصاب شکن ماحول میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی رقت آمیز دعا فرمائی کہ صحابہ متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھی ترس آیا۔ عرض کی حسبك یا رسول اللّٰہ ''بس کریں یارسول اللہ، اتنا ہی کافی ہے''۔ آپ زاروقطار روتے رہے اور اللہ سے مانگتے رہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی انابت اور رجوع کا تو یہ

حال تھا، لیکن ان کے نام لیوا امتیوں کے لیے آج دُعا ایک رسم بن گئی ہے۔ انہماک اور استغراق کی وہ کیفیت باقی نہ رہی جو دعاء کی قبولیت کے لیے شرط ہے۔ پوری اُمت ذلت وخواری میں مبتلا ہے۔ حالانکہ یہ ذلت وخواری یہود کے حصہ میں آنی چاہیے تھی۔ قرآن میں تو یہود کے بارے میں آیا کہ وہ اللہ کی غضب میں مبتلا ہیں، جس کے سبب وہ ذلت وخواری کی زندگی بسر کریں گے۔ لیکن آج صورت حال اس کے برعکس ہے۔ ذلت وخواری ہمارا مقدر بنی، اس لیے کہ ہم نے ادھورے مسلمان رہنے کو ترجیح دی۔ اپنی حالت بدلنے اور مومنِ کامل بننے کی فکر نہیں کی۔ ہمارے اعمال رسم بن گئے ہیں، ان میں نفسانیت آ گئی ہے۔

ہمارے اسلاف کے لیے اللہ تعالیٰ نے دین پر چلنا نہایت سہل بنا دیا تھا۔ کیونکہ انھوں نے محنت و مشقت کر کے اپنے اندر فنائیت للہ کی صفت پیدا کی تھی۔ حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ اور حضرت رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کے صاحبزادے بالترتیب محمد احمد اور حکیم مسعود احمد، حضرت شیخ الہند کے ہاں مقیم تھے۔ محمد احمد ان کے شاگرد اور حکیم مسعود ان کے مرید تھے، شیخ الہند نے ان دونوں کو چارپائی پر بٹھایا اور خود زمین پر تشریف فرما ہوئے۔ اسی مجلس میں آپ نے ان سے فرمایا کہ محمد احمد! آپ میرے استاذ کے صاحبزادے ہیں اور حکیم مسعود احمد! آپ میرے مربیّ کے بیٹے ہیں، میں نے آپ کا حق ادا نہیں کیا۔ آپ سے معذرت چاہتا ہوں، اگر آپ کے والدین میرے روّیہ کے بارے میں دریافت کریں تو خدا کے لیے میری رعایت رکھنا اور مجھے رُسوا نہ کرنا...... اپنے شاگردوں کے ساتھ ادب واحترام کی انتہا!! سبحان اللہ! اس کی ایک ہی وجہ تھی، ان کا دل اللہ کی معرفت سے معمور تھا۔ وہ فنافی اللہ تھے، انھیں اپنی حیثیت معمولی اور ہیچ نظر آتی تھی۔ ہمارے ہاں یہ کردار اور یہ عمل ناپید ہے۔ قابلیت اور لیاقت اور زبان کی جادوگری کا طلسم تو ہر طرف چھایا ہوا ہے لیکن اندر سے کھوکھلے ہیں، دل اللہ کی معرفت سے خالی ہیں۔

معرفتِ الٰہی کے حصول کے لیے اہلِ اللہ کی مجالس میں پابندی سے حاضری اور ان کی صحبت اختیار کرنا ضروری ہے۔ گناہوں کے ارتکاب سے اجتناب واستغفار کا اہتمام سے التزام کیا جائے اور اپنے ظاہری اور باطنی اعمال اور امور میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کا اہتمام کیا جائے کہ جو کچھ ملتا ہے، وہیں سے ملتا ہے اور جو کچھ ہونا ہے، اسی کے حکم سے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

وصلى الله على خير خلقه وآله وصحبه أجمعين

☆☆......☆☆